سوال

(249)اذان جمعہ سے متعلق استفتاء اوراس کا جواب

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جواذان جمعہ کے دن خطبہ کےوقت دی جاتی ہےاس کااصلی مقام کہاں ہے؟ اورکس جگہ سے دینی چاہیے؟ ہمارے ملک ہندوستان میں جہاں تک دیکھا گیا ہے خطیب کے سامنے منبر کے پاس ہوتی ہے مگر اس زمانہ میں بعض جگہ مسجد کے باہر دی جاتی ہے،اعلی حضرت احمدرضا بریلوی ''تحفہ حنفیہ،، جلد8ماہ محرم 1322ھ مطبوعہ پٹنہ میں لکھتے ہیں کہ: الحمدللہ یہاں اس سنت کااحیاء رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھوں پر کیا،میرے یہاں موذنوں کومسجد میں اذان دینے کی ممانعت ہے۔جمعہ کی اذان ثانی بحمداللہ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازہ مسجد پرہوتی ہے۔،،

ایک شخص نے فاضل بریلوی سے سوال کیا کہ جن مسجدوں میں منبر ایسےبنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر موذن باہر اذان دے گا توخطیب کاسامنا ہوگا وہاں کیا کرنا چاہیے؟ اس کے جواب میں مولانا نے کہاکہ: لکڑی کامنبر بنائیں کہ سنت مصطفیٰﷺ ہے۔اسے گوشہ محراب میں رکھیں اس سے محاذات ہوجائے گی اگر صحن مسجد میں بلند دیوار ہے تواسے قیام موذن کے لائق تراش کرباہر کی جانب جالی یاکواڑلگائیں،،۔''فتاوی رضویہ،، جلد سوم ص: 493۔

محدث کچھوچھوں صاحب اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ: ''بعض فقہاء کے نزدیک مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے،،۔پھر چند سطر کے بعد ہی لکھتے ہیں کہ: ''مسجد کے اندراذان دینا تمام فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے،،۔

مولانا محمدابراہیم مرحوم مفتی وخطیب جامع مسجد بنارس اپنی کتاب ''شہادۃ الأماجدفی أذان المساجد،، میں ’کفایہ شرح ہدایہ جلداول ص: 101 مطبع احمدی دہلی سے نقل کرتے ہیں: ''روی الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ، أن المعتبر فی وجوب السعی وحرمۃ البیع،الأذان علی المنارۃ، إنہ لوانتظر الأذان عندالمنبر، یفوتہ أداء السنۃ،، یہاں سے ثابت ہوگیا کہ امام اعظم کے نزدیک اذان ثانی منبر کے پاس ہونی چاہیے، مفتی موصوف لکھتے ہیں کہ: ''تیرہ سوبرس سے یہ اذان منبر کے پاس خطیب کے سامنے ہوتی تھی اورآج بھی ہورہی ہے،،۔

علامہ ابن ہمام ''باب الاذان،، میں لکھتے ہیں کہ: مسجد میں اذان نہ دی جائے،،۔لیکن یہی علامہ ابن ہمام اذان خطبہ میں ''بین یدیہ،، امام کے سامنے بتاتے ہیں اورتسلیم کرتے ہیں کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ اذان خطبہ منبر کے پاس دی جائے اوراسی پر توارث ہے۔

مولانا موصوف فرماتے ہیں: حرمین شریفین، دہلی، وآگرہ، لاہورکی مسجدوں میں مکبرہ یامئذنہ بناہے وہ مسجد میں داخل ہے۔لہذااذان خواہ پنچگانہ ہویااذان خطبہ ہو،کیسے مکروہ کہی جاسکتی ہے؟ توراث کے خلاف مکروہ ہے۔''ہدایہ،، میں ہے: ''یکرہ ہو مخالفۃ التوارث،،۔بسوط سرخسی میں ہے: ''استدلال التوارث من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یومناہذا، التوارث کالتواتر،،

شاہ عبدالحق محدث دہلوی ''''جذب القلوب،، میں لکھتے ہیں کہ: ''اذان مسجد کےچھت سے بلال دیتےتھے، اورچھت پر نمازدرست ہے۔اذان مسجد میں کیسے مکروہ ہوگی؟،،

شاہ محی الدین عبدالقادرجیلانی ''غنیۃ الطالبین،، میں لکھتے ہیں کہ: ''اذان ثانی منبر کے پاس خطیب کے سامنے دی جائے، اذان اول عثمان غنی کے زمانہ میں مقام ''زوراء،سے دی جاتی تھی،،۔

اذان خطبہ کے متعلق حدیث افتاء کے دیکھنے سے دوبات معلوم ہوتی ہے : اول : ''بین یدیہ،،. دوم : ''عندالمنبر،،. ان دونوں لفظوں کے دودو معنی ہیں : ایک : حقیقی ۔ دوسرا : مجازی ۔ جب تک لفظ کا حقیقی معنی بن سکتا ہے معنی مجازی نہ لیا جائے گا ۔ ان دونوں الفاظ سے نزدیک ودوردونوں مرلدلیے جاسکتے ہیں ۔ لیکن نزدیک مرادلینا حقیقی ہے اوردور کامجازی ہے ۔ پس ''بین یدیہ،، ''وعند،، کاترجمہ قریب سے سامنا ہوتا ہے ۔ اس لیے اذان خطبہ منبر کے سامنے ہونی چاہیے ، اب آگے جوکچھ حدیث میں ہے یہاں لکھا جاتا ہے یہ حدیث ابی داوٗد شریف سے منقول ہے ''عن السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ، «أَنَّ الْأَذَانَ كَانَ أَوَّلُهُ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ خِلَافَةُ عُثْمَانَ، وَكَثُرَ النَّاسُ أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ، فَأُذِّنَ بِهِ عَلَى الزَّوْرَاءِ، وزادفی روایۃ : فَثَبَتَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ»۔

دوسری حدیث سنن ابی داوٗدمیں ہے : ''كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ،، (1088)1/500.

ابن الحاج ''مدخل،، میں لکھتے ہیں : ''السنۃ فی اذان الجمعۃ، اذاصعد الامام علی المنبر، یکون الموذن علی المنارۃ، وکذلک کان علی عہدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکروعمر،،.

شاہ عبدالحق محدث دہلوی ''جذب القلوب،، میں لکھتے ہیں : کہ ''مسجدراسہ باب بود، بابے درجانب پایان کہ الآن قبلہ است ۔ وبابے درجانب غربی کہ الآن آنراباب الرحمۃ می گویند۔ ودردیگرکہ آنحضرت ازاں دردرمی آید آں باب آل عثمان است دوے رالآن باب جبریل می گویند،، ۔ ص98مطبوعہ نولکشور۔

باب جبریل پورب کی طرف ہے رسول اللہ ﷺ کا گھر مسجد سے پورب تھا جس کا نقشہ یہ ہے : منبر لکڑی کا تھا جس کے تین درجے تھے ، ضرورت کے وقت دوسری جگہ اٹھایاجاتا تھا ، اگراذان خطبہ منارہ سے ہوتی یاان تین دروازوں سے دی گئی تو''بین یدیہ،، و''عندالمنبر،، جومحدثین وفقہاء تسلیم کرتے ہیں کیسے عمل ہوا؟ صحن مسجدمیں اذان مکروہ ہے یانہیں ؟ مع حوالہ کتاب وعبارت تحریرکیجئے ۔

قمرالدین مدرس فارسی درجہ منشی دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا، ضلع گونڈہ، 9 جون 1969ء ۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

کتب فقہ حنفی کی درج ذیل عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ جمعہ کی اذان اول اورپنج وقتہ اذان کاجبکہ مقصوداس سے مسجد کے پڑوسیوں اورمحلّہ والوں اورکچھ دورکے لوگوں کواطلاع کرنا ہو، حدود مسجدمیں دنیاخواہ وہ حصہ مسقّف ہویاغیر مسقف یافناء مسجد، محض مکروہ تنزیہی یعنی : اولیٰ اورنامناسب ہے ، کیونکہ یہ اذان اگرمسجد کے مسقف حصہ کے اندرہوگی تواذان کی آوازقریب کے پڑوسیوں کوبھی نہ پہنچے گی ۔ اوراگرغیر مسقف یعنی : کھلے ہوئے حصہ میں ہوگی تب بھی بوجہ مسجد کی چہاردیواری کے دورکے پڑوسیوں کواس اذان کی آوازاچھی طرح نہیں پہنچے گی ، اورپورے طورپراعلام نہ ہوسکے گا ، بنابریں جمعہ کی اذان اول اوراوقات خمسہ کی اذان کامسجدمیں ہونا مناسب نہیں ہے ، بلکہ منارہ پریاحدود مسجد سے خارج کسی اونچی جگہ ہونا مناسب ہے ۔ اورجمعہ کی اذان ثانی یاوہ پنجوقتہ اذان جس کوکوئی صرف اپنےلیے دے یاان لوگوں کےلیے جوپہلے ہی مسجدمیں موجودہیں ، تواس کےلیے اونچی جگہ کی یاحدود مسجد سے باہر اذان دینے کی سنیت واولویت نہیں ہے یعنی : اس اذان کازمین پرہونا یامسجد کے اندرہونا خلاف اولیٰ اورمکروہ نہیں ہے بلکہ بلاکراہت جائزہے ۔

ردالمختار1 357میں ''قنیہ،، سے نقل کیاہے : ''ویسن الأذان فی موضع عال، والاقامۃ علی الأرض،، اور''سراج،، سے نقل کیا ہے : ''ینبغی للموٗذن أن یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران، ویرفع صوتہ ولایجہد نفسہ،،...الخ بحر.

قلت : والظاہر أن ہذا فی موذن الحی ، أما من أذن نفسہ أو لجماعۃ الحاضرین ، فالظاہر أنہ لایسن لہ المکان العالی ، لعدم الحاجۃ فتأمل .

اورسعایہ حاشیہ شرع وقایہ میں ہے : ''لغز : أی أذان لایستحب رفع الصوت فیہ ؟ قل : ہوالأذان الثانی یوم الجمعۃ ، الذی یکون بین الخطیب لأنہ کالإقامۃ ، لإعلام الحاضرین . ،،

اوردرمختارمیں ہے : ''ویؤذن ثانیاً بین یدیہ ای الخطیب ، اذا جلس علی المنبر ،، اور ''تبیین الحقائق ،، شرح کنزالدقائق اور ''فتاویٰ عالمگیری ،، میں ہے : ''وینبغی أن یؤذن علی المئذنہ أو خارج المسجد ، ولایوذن فی المسجد ،، -

امام ابن الہمام ، صاحب ہدایہ کے اس قول کے متعلق جس میں اذان مغرب کے بارے میں جلسہ بین الاذان والاقامۃ ہونے نہ ہونے کی بابت امام صاحب اورصاحبین میں خلاف ہورہاہے ، لکھتے ہیں : ''والمکان فی مسئلتنا مختلف ، یفید کون المعہود اختلاف مکانہما وہو کذلک شرعا ، والإقامۃ فی المسجد ولا بد ، وأما الأذان فعلی المئذنۃ ، فإن لم یکن ، ففی فناء المسجد ، وقالوا : لایوذن فی المسجد ،، .

اورجامع الرموز میں ہے : ''وفیہ إیذان بوجوب الجہر فی الأذان لإعلام الناس ، ولوأذن لنفسہ خافت ، لأنہ الاصل فی الشرع ، کما فی ''کشف المنار ،، وبأنہ یؤذن فی موضع عال وہو سنۃ ، کما فی ''القنیۃ ،، وبأنہ لایؤذن فی المسجد ، فإنہ مکروہ ، کمافی ''النظم ،، وفی الجلابی : أنہ یؤذن فی المسجد أومافی حکمۃ ، لافی البعید عنہ ،، -

اورصاحب ہدایہ لکھتے ہیں : '' (وَإِذَا صَعِدَ الْإِمَامُ الْمِنْبَرَ جَلَسَ وَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ بَيْنَ يَدَيِ الْمِنْبَرِ) بِذَلِكَ (أی بالأذان بین یدی المنبر ، بعد الأذان الاول علی المنارۃ) جَرَى التَّوَارُثُ ،، (أی من زمن عثمان رضی اللہ عنہ إلی یومنا ہذا) وقال العینی فی ''البنایۃ - شرح الہدایۃ ،، فی تفسیرات التوارث : ''یعنی ہکذا فعل النبی صَلَّی اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ والأئمۃ من بعدہ إلی یومنا ہذا . ،،

اورمبسوط سرخسی میں ہے : ''والمعبر أول الأذان بعد زوال الشمس ، سواء کان علی المنبر أو علی الزوراء ،،

اورعنایہ شرح ہدایہ میں ہے : ''وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ يَقُولُ : الْمُعْتَبَرُ هُوَ الْأَذَانُ عَلَى الْمَنَارَةِ لِأَنَّهُ لَوْ انْتَظَرَ الْأَذَانَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ يَفُوتُهُ أَدَاءُ السُّنَّةِ وَسَمَاعُ الْخُطْبَةِ ،، .

نیزصاحب عنایہ لکھتے ہیں : ''کان الطحاوی یقول : المعتبر ہوالأذان عند المنبر ، بعد خروج الامام . ،،

اورجامع الرموز میں ہے : ''وإذا جلس الإمام علی المنبر أذن أذاناثانیا بین یدیہ ، أی بین الجہتین المسامتین بیمین المنبر او الإمام ویسارۃ قریبا منہ ووسطہما بالسکون ، فیشمل ماإذاکان فی زاویۃ قائمۃ أو حادۃ أو منفرجۃ . ،،

اورکفایۃ شرح شرح ہدایہ ہے : ''روی أالحسن عن أبی حنیفۃ ، أن المعتبر فی وجوب السعی وحرمۃ البیع الأذان علی المنارۃ ، لأنہ لو انتظر الأذان عند المنبر ، یفوتہ أداء السنۃ .

اوراوجزالمسالک 1 189 میں ہے : ''لوأذن رجل فی بیتہ ، لایرفع صوتہ ، لئلایشوش علی المسلمین ، کما یظہر من ملاحظۃ کلام الفقہاء أی الحنفیۃ ،، .

مذکورہ عبارات کے مجموعہ سے صاف ظاہر ہے کہ جمعہ کی اذان اول اورپنجوقتہ اذان کاحدود مسجد کے اندر دینا مکروہ تحریمی نہیں ہے بلکہ مکروہ تنزیہی یعنی : محض خلاف اولیٰ اورنامناسب ہے ۔ کیونکہ مسجد کے اندراذان دینے کی صورت میں خارجین عن المسجد (پڑوسیوں ، محلّہ والوں ، اوردور کے لوگوں) کواچھی طرح اعلام نہ ہوسکے گا ۔

اورنہ اس مذکورہ اذان کے مسجد کے اندرمکروہ تنزیہی ہونے میں بھی فقہاء حنفیہ مختلف القول ہیں ، بعض کراہت کے قائل ہوئے اوربعض کراہت کے قائل نہیں ہوئے ۔

اورجمعہ کی اذان ثانی کایا اس پنجوقتہ اذان کاجوصرف اپنے لیے دی جائے یاان لوگوں کے لیے دی جائے جوپہلے ہی سے موجوداورحاضر ہیں ، اس کامسجد کے اندردینا کسی کے نزدیک مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے ، بلکہ سب کے نزدیک بلاکراہت جائز ہے ۔

ایسی حالت میں کسی حنفی عالم کاخواہ بریلوی ہویا کچھوچھوی یادیوبندی ، مسجد کے اندراذان دینے کی (پنجوقتی ہویاجمعہ کی اذان ، اول ہو ، یاثانی) مکروہ تحریمی یابدعت سیئہ کہنا کیوں

کردرست ہوسکتا ہے ؟ زیادہ سے زیادہ صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ جمعہ کی اذان اول اورپنجوقتی اذان جواعلام عائبین کےلیے ہو، اس کامسجد کے اندر دینا مکروہ تنزیہی اورخلاف اولیٰ ہے ، اورجمعہ کی اذان ثانی کامسجد کے اندر دینا تومکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے ، بلکہ بلاکراہت جائز ہے ۔

علماء حنفیہ مسجد کے حدود میں کسی جگہ بھی اذان دینے کے جواز پر احادیث سے استدلال کرتے ہیں :

(1) ''قالت أم زید بن ثابت : کان بیتی اطول بیت حول المسجد، فکان بلال یؤذن فوقه ، من أول ما أذن إلی أن بنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فکان یؤذن بعد علی ظهر المسجد، وقد رفع له شئ فوق ظهره ،، (ابن سعد 8/420 باسناد ضعیف) .

(2) ''عن عبداللہ بن زید الأنصاری قال : اہتم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ....

الحدیث ، وفیه : فقام علی سطح المسجد، فجعل إصبعیه فی أذنیه ، ورأی ذلک عبداللہ بن زید فی المنام (ابوالشیخ فی کتاب الأذان کذا ذکره الشیخ عبدالحی اللکنوی فی سباحة الفکر) .

(3) قال طلق بن علی : فخرجنا (أی من المدینة) حتی خرجنا حَتَّی قَدِمْنَا بَلَدَنَا فَکَسَرْنَا بِیَعَتَنَا، ثُمَّ نَضَحْنَا مَکَانَهَا, وَاتَّخَذْنَاهَا مَسْجِدًا، فَنَادَیْنَا فِیهِ بِالْأَذَانِ ،، (نسائی) .

(4) ''عن السائب بن یزید قال : ''کَانَ یُؤَذَّنُ بَیْنَ یَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَی بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِی بکر وعمر ،، (ابوداؤد) .

علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ ''علی باب المسجد ،، کی زیادتی ساذ اور غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات ہے ۔ کیونکہ اس لفظ کے روایت کرنے میں محمد بن اسحق منفرد ہیں ، اوروہ مدلس ہیں ، اور عن ،، کے ساتھ بغیر تصریح سماع کے اس لفظ کوروایت کیا ہے ۔

محمد بن اسحاق کےچھ ساتھی 1 ۔ عقیل 2 ۔ یونس 3 ۔ ابن ماجشون (عندالبخاری وغیرہ) ، ابن ابی ذئب (عنداحمد 3 450 وابی داؤدوالنسائی وابن ماجہ صالح سلیمان التیمی ، (عندابی داؤدوالنسائی ، زہری عن السائب سے اس حدیث کوبغیر زیادۃ مذکورہ کے روایت کرتے ہیں اورخود محمد بن اسحاق بھی انہیں زہری سے مسند احمد 3 349 کی ایک روایت میں بغیر اس زیادۃ کے روایت کرتے ہیں ۔

ایک جماعت ثقات کااس زیادۃ سے سکوت کرنا دلیل ہے اس امر کی یہ زیادۃ محفوظ نہیں ہے ۔

نیز یہ لفظ ، معارض ہے : ''بین یدیه ،، کے ۔ قال النیموی فی تعلیق آثار السنن ص : 94 : ''قوله : علی باب المسجد ، یعارض ما فی حدیث بن اسحاق من قوله ، کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ، لأن التاذین عند الخطبة ، لوکان علی باب المسجد ، لم یکن بین یدیه صلی اللہ علیه وسلم ، اذلایقال بین یدیه لشئ کان من وراء الصفوف ، فتبین ان حدیث ابن اسحاق فی التأذین عند الخطبة علی باب المسجد ، لیس مما تقوم به الحجة ،،

(5) عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ، قَالَ : «کَانَ بِلَالٌ یُؤَذِّنُ إِذَا جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِذَا نَزَلَ أَقَامَ، ثُمَّ کَانَ کَذَلِکَ فِی زَمَنِ أَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُمَا ،، (احمد ، نسائی)

قال النیموی فی تعلیقه علی آثار السنن ص : 95 : ''قوله : فإذا نزل أقام ، قلت : هذا یدل علی أن بلال ، کان یؤذن یوم الجمعة عند النبی صلی اللہ علیه وسلم ، فی داخل المسجد ، لا علی بابه ، لأنه کان یقیم اذا نزل النبی صلی اللہ علیه وسلم عن المنبر ، فلوکان یؤذن علی باب المسجد ، ثم یدخل فی الصف الأول للإقامة ، لزمه التخطی ، وهو منهی عنه ، فدل علی أن التأذین عند الخطبة والإقامة عند النزول کا محلهما واحداً ، ومحل الإقامة عند الإمام ، فکذلک التأذین عند الخطبة محله عند الإمام ، وبذلک جری التوارث علی ماقاله صاحب الهدایة ، قلت : فبطل بذلک قول من زعم ، أن التأذین عند الخطبة فی المسجد بدعة ،، انتهی .

فقہائے حنفیہ کے مذکورہ مسلک اوران کی مستدل بہ احادیث کا جائزہ

اورمسلک حق کی تعیین

(1) یہ دعویٰ کہ اگر اذان صرف اپنے لیے ہو یا، ان لوگوں کے لیے ہو جو پہلے

سے موجود اورحاضر ہیں ، تورفع صوت اوراونچے مقام کی ضرورت نہیں ہے یعنی :ایسی صورت میں بلند آواز سے اذان کہنا مستحب نہیں ہے بلکہ پست آواز کہنا بہتر ہے، ہمارے نزدیک یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے ، احادیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لیے اذان ایک اسلامی شعار ہے ۔ اور نماز کے وقت میں رفع صوت کے ذریعہ اس کا اظہار واعلان ہونا چاہیے ، خواہ صرف اپنے لیے دی جائے یا پہلے سے حاضر و موجود لوگوں کے لیے یا مسجد سے غائب پڑوسیوں ،محلے اور گاؤں والوں کے لیے ہو۔

1 ۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ أَحَالَ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهُ (مسلم وغیرہ) .

2- عَنْ جَابِرٍ، قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : «إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ ذَهَبَ حَتَّى يَكُونَ مَكَانَ الرَّوْحَاءِ» قَالَ سُلَيْمَانُ : فَسَأَلْتُهُ عَنِ الرَّوْحَاءِ فَقَالَ : «هِيَ مِنَ الْمَدِينَةِ سِتَّةٌ وَثَلَاثُونَ مِيلًا ، ، (مسلم) .

(2) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعَهُ مِنْ فَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : «الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ بِمَدِّ صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ» الحدیث (ابوداوٗد ، نسائی .

(3) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ ، وَالْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ بِمَدِّ صَوْتِهِ وَيُصَدِّقُهُ مَنْ سَمِعَهُ مِنْ رَطْبٍ وَيَابِسٍ ، ، الحديث (احمد ، ونسائی 13/2 وغیرہ) .

(5) عن ابن عمر نحو ذلک بلفظ : ''یستغفر لہ کل رطب ویابس سمع صوتہ . ، ، (احمد ، طبرانی فی الکبیر ، نزار) .

(6) '' حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الأَنْصَارِيِّ ثُمَّ المَازِنِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ ، قَالَ لَهُ : إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الغَنَمَ وَالبَادِيَةَ ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ ، أَوْ بَادِيَتِكَ ، فَأَذَّنْتَ بِالصَّلاَةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ ، فَإِنَّهُ : «لاَ يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ المُؤَذِّنِ ، جِنٌّ وَلاَ إِنْسٌ وَلاَ شَيْءٌ ، إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ» ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ، (بخاری ، موطا ، (148) ص :560 ، نسائی 2/12) .

(7) ,, عن عبداللہ بن ربیعۃ السلمی ، قال : کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر ، فسمع موذنا یقول اشہد أن لا الہ اِلا اللہ ، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : أشہد أن لا الہ الا اللہ ، الحدیث ، وفیہ : فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : تجدونہ راعی غنم أو عازبا عن أہلہ ، ، (احمد ، نسائی ، طبرانی فی الکبیر) .

(8) وفی الأذان فی السفر للرجل وحدہ أحادیث عن معاذ بن جبل عند أحمد والطبرانی ، وعن ابی جحیفۃ عند البزار ، وعن أبی سعید الخدری عند البزار أیضا ، وعن أبی أمامۃ عند الطبرانی ، ذکرہا الہیثمی فی مجمع الزوائد (335/1) مع الکلام علیہا .

(9) قال ابن العربی : '' الأذان من شعر الدین ، یحقن الدماء ویسکن الدہماء ، کان صلی اللہ علیہ وسلم إذا سمع أذانا أمسک والاِغار ، فہو واجب علی البلد أو للحی ، ولیس بواجب فی کل مسجد ولا علی کل فذ ، لکنہ یستحب فی مساجد الجماعات ، أکثر مما یستحب فی الفذ ، ، (الأوجز 189/1) .

وقال فی المغنی 2/74 : '' وَإِنْ كَانَ فِي الْوَقْتِ ، فِي بَادِيَةٍ أَوْ نَحْوِهَا ، اُسْتُحِبَّ لَهُ الْجَهْرُ بِالْأَذَانِ ؛ لِقَوْلِ أَبِي سَعِيدٍ : «إِذَا كُنْت فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَأَذَّنْت بِالصَّلَاةِ ، فَارْفَعْ صَوْتَك بِالنِّدَاءِ ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : سَمِعْت ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - .» وَعَنْ أَنَسٍ ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يُغِيرُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ ، وَكَانَ إِذَا سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ ، وَإِلَّا أَغَارَ ، فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ : اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ، الحديث ، وفيه فَنَظَرُوا فَإِذَا صَاحِبُ مِعْزًى» أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ ، ، .

احادیث مذکورہ بالا سے معلوم ہواکہ : وقت پردی جانے والی اذان کےلیے مطلقاً رفع صوت مشروع ہے، خواہ صرف اپنےلیے ہو یاموجودین وحاضرین کےلیے ہو، یامحلہ اورپڑوس اورگاؤں والون کےلیے ہو، حضر میں ہویاسفر میں ، پس اس بارہ میں اکیلے اورجماعت حاضراورغائب کے درمیان فرق کرنا صحیح نہیں ہے ۔اورچونکہ اونچی اور کھلی ہوئی جگہ میں اذان دینا، ارتفاع صوت اوراعلان واظہار میں ممدومعاون ہے ،اس لیے اونچی اور کھلی ہوئی جگہ میں اذان دیناخواہ کسی نماز کےلیے ہومسنون ہے ۔اوراس کاخلاف غیر مسنون ۔

اذان کی مشروعیت کی ابتدااوراس میں رفع صوت کی علت مسجد سے غائب پڑوسیوں، محلہ والوں اوردور کے لوگوں کونماز کے وقت کی اطلاع دینی تھی ، مگراب یہ علت موجودہویانہ ہو، بہرحال وقت پردی جانے والی اذان میں رفع صوت مستحب ہے جیسے مسافر کےلیے افطار صوم کی مشروعیت کی علت مشقت تھی ،لیکن اب مسافر کومطلقاً افطار کی اجازت ہے ۔ چاہے اس کی سفر میں بالفعل مشقت ہویانہ ہو۔

بنابریں جمعہ کی اذان جوخطبہ کے وقت دی جاتی ہے اس میں بھی عام پنجوقتہ اذان کی طرح رفع صوت مستحب ہے ۔اورمولانا عبدالحیٔ لکھنوی کا بیان کردہ معمہ اورلغز غیر معقول اوربے بنیاد ہے ۔

(2)احادیث صحیحہ کی بناپراس امر پرسب کااتفاق ہے کہ عہد نبوت اورعہد خلافت صدیقی اورفاروقی اورابتداء خلافت عثمانی میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی جسے اب اذان خطبہ کہتے ہیں ، دوسری اذان یعنی : خطبہ والی اذان سے پہلے ایک اذان کااضافہ حضرت عثمان نے ایک خاص ضرورت سے کیا تھا، جومسجد نبوی کے قریب بازار میں ان کے ایک مکان پرجس کانام زوراء تھا دی جاتی تھی ۔ اس ضرورت کا بیان ان الفاظ میں مذکورہے : ''فَلَمَّا كَانَ خِلَافَةُ عُثْمَانَ، وَكَثُرَ النَّاسُ أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ، فَأُذِّنَ بِهِ عَلَى الزَّوْرَاءِ قبل خروجه ، ليعلم الناس أن الجمعة قد حضرت،،. (ابوداؤد، ابن المنذر، عبدبن حمید، ابن مردویہ) .

حضرت عثمان نے جس ضرورت سے اس پہلی اذان کااضافہ کیاتھا اگرکسی مقام میں یہ ضرورت متحقق ہو، تو ''عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين ،، کے مطابق یہ اذان دی جاسکتی ہے ۔اورجہاں یہ ضرورت نہ ہووہاں سنت نبوی وصدیقی وفاروقی کے مطابق صرف خطبہ والی اذان پراکتفا کرناچاہیے ۔

شیخ ناصرالدین البانی الاجوبۃ النافعۃ ص : 8 9 10 میں لکھتے ہیں : '' لا نرى الاقتداء بما فعله عثمان رضي الله عنه على الإطلاق ودون قيد فقد علمنا مما تقدم أنه إنما زاد الأذان الأول لعلة معقولة وهي كثرة الناس وتباعد منازلهم عن المسجد النبوي فمن صرف النظر عن هذه العلة وتمسك بأذان عثمان مطلقا لايكون مقتديا به رضي الله عنه بل هو مخالف لعثمان أن يزيد على سنته عليه الصلاة والسلام وسنة الخليفتين من بعده فإذن إنما يكون الاقتداء به رضي الله عنه حقا عندما يتحقق السبب الذي من أجله زاد عثمان الأذان الأول وهو "كثرة الناس وتباعد منازلهم عن المسجد" كما تقدم ،

وهذا السبب لايكاد يتحقق في عصرنا هذا إلا نادرا وذلك في مثل بلدة كبيرة تغص بالناس على رحبها كما كان الحال في المدينة المنورة ليس فيها إلا مسجد واحد يجمع الناس فيه وقد بعدت لكثرة منازلهم عنه فلا يبلغهم صوت المؤذن الذي يؤذن على باب المسجد وأما بلدة فيها جوامع كثيرة كمدينة دمشق مثلا لايكاد المرء يمشي فيها إلا خطوات حتى يسمع الأذان للجمعة من على المنارات وقد وضع على بعضها أو كثير منها الآلات المكبرة للأصوات فحصل بذلك المقصود الذي من أجله زاد عثمان الأذان ألا وهو إعلام الناس : أن صلاة الجمعة قد حضرت كما نص عليه في الحديث المتقدم : وهو ما نقله القرطبي في تفسيره "10/18" عن الماوردي :

فأما الأذان الأول فمحدث فعله عثمان ليتأهب الناس لحضور الخطبة عند اتساع المدينة وكثرة أهلها وإذا كان الأمر كذلك فالأخذ حينئذ بأذان عثمان من قبيل تحصيل حاصل وهذا لايجوز لا سيما في مثل هذا الموضع الذي فيه التزيد على شريعة رسول الله صلى الله عليه وسلم دون سبب مبرر وكأنه لذلك كان علي بن أبي طالب رضي الله عنه وهو بالكوفة يقتصر على السنة ولا يأخذ بزيادة عثمان كما في "القرطبي"

وقال ابن عمر :

"إنما كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صعد المنبر أذن بلال فإذا فرغ النبي صلى الله عليه وسلم من خطبته أقام الصلاة والأذان الول بدعة".

رواہ أبو طاہر المخلص فی "فوائدہ" "ورقۃ 1/229-2).

والخلاصۃ : أننا نری أن یکتفی بالأذان المحدي وأن یکون عند خروج الإمام وصعودہ علی المنبر لزوال السبب المبر رلزیادۃ عثمان واتباعا لسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہوالقائل :

"فمن رغب عن سنتی فلیس منی 1" متفق علیہ

وبنحوما ذکرنا قال الإمام الشافعی ففی کتابہ "الأم" "1/172-173" مانصہ :

وأحب أن یکون الأذان یوم الجمعۃ حین یدخل الإمام المسجد ویجلس علی المنبر فإذا فعل أخذ المؤذن فی الأذان فإذا فرغ قام فخطب لایزید علیہ

ثم ذکر حدیث السائب المتقدم ثم قال : بعد ذکر الأذان الذی زادہ عثمان : ''فالأمر الذي کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحب إلی فإن أذن جماعۃ من المؤذنین والإمام علی المنبر وأذن کما یؤذن قبل أذان المؤذنین إذا جلس الإمام علی المنبر کرہت ذلک لہ ولا یفسد شیء منہ صلاتہ ،، ولقد ذکر الحافظ فی الفتح 2/32 : ''أن العمل بہذہ السنۃ استمر فی المغرب حتی زمنہ ،، أعنی ابن حجر أی القرن الثامن ،، انتہی .

(3)پنج وقتہ اذان کا اندرون مسجد اس کے مسقّف حصے میں دینا بلاشبہ مکروہ ہے ۔ اسے بہر حال کھلی ہوئی اور اونچی جگہ میں بلند آواز سے دینا چاہیے ۔

اذان کے بارے میں احادیث واردہ کا مقتضا یہی ہے ، اور جمعہ کے دن اذان عثمانی کی ضرورت ہو تو مسجد سے کچھ فاصلے پر مناسب اونچی جگہ جہاں اذان کے دینے کی ضرورت پوری ہو، یہ اذان بلند آواز سے دینی چاہیے ۔ لیکن خطبہ جمعہ کی اذان چاہے اذان عثمان دی جائے ، یا نہ دی جائے بہر حال اسے مسجد کے احاطہ کی مشرقی دیوار پر جہاں سے خطیب کا سامنا پڑتا ہو، یا اگر وہاں پر دروازہ ہو تو اس کے اوپر جو ایک کھلی ہوئی جگہ ہوتی ہے ۔ یہ اذان دینی چاہیے ۔ خطبہ جمعہ کی اذان کا اندرون مسجد مسقّف حصہ میں منبر کے بالکل قریب ، یا آٹھ دس ہاتھ کھلی ہوئی جگہ ہوتی ہے ۔ یہ اذان دینی چاہیے ۔ خطبہ کی اذان کا اندرون مسجد مسقّف حصہ میں منبر کے بالکل قریب ، یا آٹھ دس ہاتھ کے فاصلہ پر دینا بالکل بے ثبوت اور بے بنیاد چیز ہے ۔

حضرت ام زید بن ثابت کی حدیث جو طبقات ابن سعد میں مروی ہے اولاً : تو اس اس کی سند ضعیف ہے ۔

ثانیاً : اس میں '' فکان یؤذن بعد علی ظہر المسجد، وقد رفع لہ شئی فوق ظہرہ ،، پنج وقتہ اذان کے مسجد کی چھت پر، جو ایک کھلی ہوئی اونچی جگہ ہونے کی وجہ سے منارہ کے مشابہ اور اس کے حکم میں تھی دینے کا ثبوت ہوتا ہے ، اندرون مسجد دینے کا ثبوت نہیں ہوتا ، زیادہ سے زیادہ اس سے فضاء مسجد میں اذان دینے کا ثبوت ہوتا ہے اور بس ۔

اور عبداللہ بن زید انصاری کی حدیث الاذان الابی الشیخ (الاصفہانی) میں مروی ہے جس کی سند کا حال معلوم نہیں ہے اس میں بھی '' فقام علی سطح المسجد ،، کے لفظ کی چھت پر جو کھلی ہوئی اونچی جگہ تھی ۔ اذان دینے کا ذکر ہے اندرون مسجد مسقّف حصہ میں دینے کا ذکر نہیں ہے ۔

اور طلق بن علی کی حدیث جو نسائی میں مروی ہے مجمل ہے ۔ اس میں صرف مسجد میں اذان دینے کا ذکر ہے ، یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ لوگ اذان مسجد کے کس حصہ میں دیتے تھے ؟ علاوہ بریں وہ ایک جزوی واقعہ ہے جس میں کئی احتمالات نکلتے ہیں ۔ نیز یہ صحابہ کا ایک فعل ہے اور اس امر پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے فعل کا علم ہوا ہو، اور آپ نے انہیں اس پر باقی رکھا ہو۔

اور حضرت سائب بن یزید کی حدیث جس میں ''کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا جلس علی المنبر ،، الخ

مذکور ہے ، اس میں خطبہ جمعہ کی اذان کے منبر کے قریب اس سے متصل یا کچھ فاصلہ پر دینے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے ۔

'' بین یدیہ ،، کا اطلاق لغۃ ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو کسی کے مقابل اور سامنے اور آگے ہو، خواہ اس کے قریب ہو یا دور، اس اعتبار سے یعنی '' قدام ،، اور '' امام ،،

اور ''مقابل،، کے معنی میں ہونے کے لحاظ سے وہ مبہم ہے۔ اس ابہام کی تفسیر اور تعیین اس حدیث میں ''علی باب المسجد،، کے لفظ سے ہوتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کےلیے منبر پر بیٹھنے کے وقت، اذان آپ کے مقابل اور سامنے منبر سے دور مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی جو ایک کھلی ہوئی اونچی جگہ تھی، مسجد کے اندر مسقّف حصہ میں منبر کے بالکل قریب متصلا یا کچھ فاصلہ پر نہیں ہوتی تھی۔

خطبہ والی اذان کے امام کے سامنے، منبر کے قریب دینے کا کسی روایت سے ثبوت نہیں ملتا۔ ابن عبدالبر نے امام مالک سے نقل کیا ہے: ''إن الأذان بین یدی الامام لیس من الأمر القدیم،، یعنی انہ بدعة، وقد صرح بذلک ابن عابدین فی الحاشیة: 1/362 حیث قال: ''وکذلک نقول فی الأذان بین یدی الخطیب، فیکون بدعة حسنة، إذ ما رآہ المومنون حسناً فهو حسن،، وقد صرح بذلک ابن الحاج أیضا فی المدخل 2/63 حیث قال: ''فصل فی النهی عن الأذان فی المسجد: إن اللأذان ثلثة مواضع: المنار وعلی سطح المسجد وعلی بابہ، وإذا کان ذلک کذلک، فیمنع من الأذان فی جوف المسجد، لوجوہ:

أحدها: أنہ لم یکن من فعل من مضی،

الثانی: أن الأذان إنما ہو نداء للناس لیأتوا إلی المسجد، ومن کان فیہ فلا فائدة لندائہ، لأنہ ذلک تحصیل حاصل، ومن کان فی بیتہ، فإنہ لا یسمعہ من المسجد غالباً، وإذا کان الأذان فی المسجد علی ہذہ الصفة فلا فائدة لہ، فما لیس فیہ فائدة یمنع،، انتہی وکذا قال فی 2/45 و61.

وقد صرح بذلک غیرہما أیضا، ممن أقدم وأعلم منہما، قال الشاطبی فی الإعتصام 2/13، 14 ما ملخصہ: ''قال ابن رشد: الأذان بین یدی الإمام فی الجمعة مکروہ لأنہ محدث، وأول من أحدثہ ہشام بن عبدالملک، فإنہ نقل الأذان الذی کان بالزوراء إلی المشرقة، ونقل الأذان الذی کان بالمشرقة بین یدیہ، وتلاہ علی ذلک من بعدہ من الخلفاء إلی زماننا ہذا، قال: وہو بدعة، والذی فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدون بعدہ ہو السنة، وذکر ابن حبیب ما کان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم وفعل الخلفاء الراشدون بعدہ، کما ذکر ابن رشد وذکر قصة ہشام، ثم قال: والذی کان فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی السنة،، وما قالہ ابن حبیب، أن الأذان عند صعود الامام علی المنبر، کان باقیا فی زماننا عثمان رضی اللہ عنہ، موافق لما نقلہ أرباب النقل الصحیح، وأن عثمان لم یزد علی ما کان قبلہ، إلا الأذان علی الزوراء، فصار إذا نقل ہشام الأذان المشروع فی المنارة، إلی ما بین یدیہ بدعة فی ذلک المشروع،،.

واضح رہے کہ خطبہ والی اذان کا اندرون مسجد منبر کے قریب دیا جانا، نہ آنحضرت ﷺ سے منقول ہے، نہ خلفاء راشدین سے، مولانا انورشاہ کشمیری ''فیض الباری،، 2 335 میں فرماتے ہیں: ''ولم أجد علی کون ہذا الأذان داخل المسجد دلیلا عند المذاہب الأربعة، إلا ما قال صاحب الہدایة أنہ جری بہ التوارث، ثم نقلہ الآخرون أیضا، ففہمت منہ أنہم لیس عندہم دلیل، غیر ما قالہ صاحب الہدایة، ولذا یلجأون إلی التوارث،، انتہی

لیکن صاحب ہدایہ کے دعوی توارث کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے،

اولاً: اس لیے کہ یہ مخالف ہے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت کے۔

اور دوسرا اس وجہ سے کہ اس کی ابتداء ہشام بن عبدالملک کے زمانہ سے ہوئی ہے۔

صحابہ کے زمانہ سے نہیں ہوئی ہے۔ جیسا کہ معلوم ہوچکا، اور ایسے عرف کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ابن عابدین ردالمختار 2 769 میں لکھتے ہیں: ''ولا عبرة بالعرف الحادث إذا خالف النص، لأن التعارف انما یصلح دلیل علی الحل، إذا کان عاما من عہد الصحابة والمجتہدین، کما صرحوا بہ،، انتہی

اور صاحب عون المعبود، (3/435) صاحب ہدایہ کے دعویٰ توارث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''وَأَنْتَ خَبِیرٌ أَنَّ الْفَقِیہَ الْإِمَامَ بُرْہَانَ الدِّینِ مُؤَلِّفَ الْہِدَایَةِ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْکِبَارِ لٰکِنْ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ دَعْوَی التَّوَارُثِ عَلَی ذٰلِکَ إلا بنقل صریح إلی النبی ولم یثبت قط فیما أعلم بل تبطل دعوی التوارث ما نقلہ بن عَبْدِ الْبَرِّ عَنْ مَالِکٍ الْإِمَامِ کَمَا تَقَدَّمَ،،.

اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی عمدة الرعایة حاشیہ شرح وقایہ 1 271 میں: ''إذا جلس علی المنبر أذن ثانیا بین یدیہ،، پر لکھتے ہیں ''قولہ بین یدیہ: أی مستقبل الإمام فی المسجد کان أو خارجاً،

والمسنون : ہو الثانی ، ففی سنن أبی داوٗد بسندہ عن السائب بن یزید، أن الأذان کا أولہ حین یجلس الإمام علی المنبر یوم الجمعۃ فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر وعمر الحدیث ....؟ وبسند آخر عنہ : کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وأبی بکر وعمر ،، اس کے بعد مولانا لکھنوی نے کتاب المدخل 2 45 سے ابن الحاج مالکی کا وہ کلام نقل کیا ہے جس کی طرف ہم اشارہ کرچکے ہیں ۔

اور شیخ عبدالرحمن بناء ساعاتی شرح مسند احمد 6 83 84 میں سائب بن یزید کی بعض روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں : '' وفیہا أن الأذان الذی کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر وعمر رضی اللہ عنہما ، کان علی باب المسجد أو علی المسجد کما فی بعض الروایات ، ففعلہ الآن أمام المنبر داخل المسجد محدث ، ولیس من السنۃ فی شئی ، وکان الذی أحدیہ ، فہم مما جاء فی بعض الروایات بلفظ : کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن ذلک کان عند المنبر داخل المسجد ، ویردہ ما جاء واضحاً فی روایۃ أبی داوٗد عن السائب بن یزید، وقال : عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ : كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، فہو صریح فی أن الأذان کان علی باب المسجد ، لا داخلہ عند المنبر ،، انتہی

تنبیہ :

علامہ شاطبی، ابن رشد، ابن الحاج، ابن جبیب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ والی اذان ، منارہ پر ہوتی تھی ، لیکن کسی روایت سے صراحتہ اس کا ثبوت نہیں ہوتا ۔ آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانوں میں منارے نہیں تھے ، ہوسکتا ہے کہ ابن الحاج وغیرہ کے کلام میں منارہ سے مراد سطح مسجد ہو۔ شیخ البانی لکھتے ہیں : '' لم أقف علی مایدل صراحۃ، أن الأذان النبوی یوم الجمعۃ کان علی المنارۃ ، إلا ما تقدم فی الحدیث ، أنہ کان علی کان علی باب المسجد ، فإن ظاہرہ أنہ علی سطحۃ عند الباب ، ویؤید ہذا أن من المعروف أنہ کان لبلال ، وہو الذی کان یؤذن یوم الجمعۃ شئی یرقی علیہ لیؤذن ، ففی صحیح البخاری عن القاسم بن محمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا : «إِنَّ بِلاَلًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فإنہ لا یؤذن حتی یطلع الفجر ، قال القاسم : ولم یکن بین اذانہما ، إلا یرقی ہذا وینزل ذاک .

فلعلہ کان ہناک عند الباب علی السطح شی مرتفع یشبہ المنارۃ ، وقد یشہد لہذا ما أخرجہ ابن سعد فی الطبقات (8/307) باسناد عن ام زید بن ثابت '' قَالَتْ : كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ فوقہ من اول ما أذن ، إلی أن بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدہ ، فکان یؤذن بعد علی ظہر المسجد ، وقد رفع لہ شئی فوق ظہرہ ،، لکن إسنادہ ضعیف ، وقد رواہ أبو داوٗد وغیرہ باسناد حسن ، دون قولہ : '' وقد رفع لہ شئی فوق ظہرہ ،، . واللہ اعلم .

والذی تلخص عندی فی ہذا الموضوع ، أنہ لم یثبت أن المنارۃ فی المسجد ، کانت معروفۃ فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ولکن من المقطوع بہ أن الأذن کان حینذاک فی مکان مرتفع علی المسجد یرقی الیہ کما تقدم ، ومن المحتمل أن الرقی المذکور ، انما ہو إلی ظہر المسجد فقط ، ومن المحتمل أنہ إلی شئی کان فوق ظہرہ ، کما فی حدیث أم زید ، وسواء کان الواقع ہذا أو ذاک ، فالذی نجزم بہ أن المنارۃ المعروفۃ الیوم ، لیست من السنۃ فی شئی ،، إلی آخر ما قال (الاجوبۃ النافعۃ ص : 14.15)

ہمارے مذکورہ بالا تفصیلی کلام سے واضح ہوگیا کہ ''علی باب المسجد ،، اور ''بین یدیہ ،، کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے ، بلکہ ''علی باب المسجد ،، ''بین یدیہ ،، کی تفسیر اور اس کا بیان ہے ، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری بذل المجہود 2 180 میں لکھتے ہیں : '' ولا مناقاۃ بین قولہ : بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، وبین علی باب المسجد ، فإن باب المسجد ہذا کان فی جہۃ الشمال ، فإذا جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر للخطبۃ ، یکون ہذا الباب قدامہ ، فکونہ بین یدیہ عام شامل لما کان فی محاذاتہ ، أو سیئا منحرفا إلی الیمن ، أو یکون علی الأرض أو الجدار ،، انتہی

''علی باب المسجد ،، کے لفظ کو ''شاذ ،، قرار دینا صحیح نہیں ہے ۔ اس لیے کہ شاذ اصطلاحاً اس حدیث یا زیادۃ کو کہتے ہیں : جس کے روایت کرنے میں کوئی ثقہ منفرد ہو، اور وہ دوسرے ثقہ راویوں کی روایت کے مخالف اور معارض ہو، اور ''علی باب المسجد ،، کی زیادۃ کسی دوسری روایت کے معارض اور مخالف نہیں ہے ، اور یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ ''علی باب المسجد ،، اور ''بین یدیہ ،، کے درمیان کوئی تعارض ، تخالف اور مناقاۃ نہیں ہے ۔

اور ''علی باب المسجد،، کے غیر محفوظ ہونے کا دعویٰ بھی صحیح نہیں ہے، حفاظ ونقاد محدثین میں سے کسی نے بھی اس زیادۃ پر غیر محفوظ ہونے کا حکم نہیں لگایا ہے۔ محمد بن اسحاق کے ساتھیوں کا اس لفظ کو روایت نہ کرنا اس کے غیر محفوظ ہونے کی دلیل نہیں، محمد بن اسحٰق ثقہ راوی ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوا کرتی ہے، الا یہ کہ اس کے وہم راوی ہونے پر کوئی واضح قرینہ موجود ہو، اور مشاہیر ماہرین علل حدیث میں سے کسی امام نے اس کے وہم ہونے کا حکم لگایا ہو۔ اویہاں کسی محدث نے اس پر غیر محفوظ اور وہم ہونے کا حکم نہیں لگایا ہے،

محمد بن اسحاق بے شک مدلس ہیں اور انہوں نے خاص اس روایت میں زہری سے سماع کی تصریح نہیں کی ہے، لیکن اذان جمعہ سے متعلق سائب بن یزید کی ایک حدیث میں جو مسند احمد کے اندر مروی ہے محمد بن اسحاق نے زہری سے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں : ''حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ الزُّهْرِيُّ [ص :492]، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ، قَالَ : "لَمْ يَكُنْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْجُمُعَةِ، وَغَيْرِهَا يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ، قَالَ : كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ إِذَا جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيُقِيمُ إِذَا نَزَلَ"، وَلِأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، حَتَّى كَانَ عُثْمَانُ،،.

حافظ ابن عبدالبر مالکی ''تمہید،، شرح موطا میں ابن اسحاق کی ''علی باب المسجد،، والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں : ''فی حدیث ابن اسحاق ہذا مع حدیث مالک ویونس، مایدل علی أن الأذان کان بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، إلاأن الأذان الثانی عندالباب المسجد، والثالث أحدثہ عثمان علی الزوراء،، انتہی

سائب بن یزید کی حدیث میں ابن شہاب زہری کے چھ شاگرد، یعنی : محمد بن اسحاق کے چھ ساتھی : 1۔ عقیل 2۔ یونس، 3۔ ابن ماجشون، 4۔ ابن ابی زئب، 5۔ صالح، 6۔ سلیمان تیمی، ان میں سے کوئی بھی خطبہ جمعہ کی اذان کا محل اور مقام ذکر نہیں کرتا، بخلاف محمد بن اسحاق کے کہ یہ اپنی روایت میں اذان کا محل ذکر کرتے ہیں، اور وہ ''بین یدی رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی باب المسجد،، کا لفظ ہے، وہ اس پورے لفظ کے روایت کرنے میں منفرد ہیں اگر ''علی باب المسجد،، کی زیادۃ میں ان کا تفرد اور سماع کی تصریح نہ کرنا اس زیادۃ کے شاذ، وہم، غیر محفوظ، ناقابل احتجاج ہونے کی دلیل ہے تو یہی چیز ''بین یدیہ،، کے بھی وہم، وہم، اور غیر محفوظ،، ہونے کی دلیل ہوگی، اور اس بنا پر حنفیہ کا ''بین یدیہ،، کے لفظ سے اذان خطبہ کے امام کے سامنے منبر کے قریب دینے کی مشروعیت پر استدلال اور اس کے متوارث ہونے پر احتجاج صحیح نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے ایک ٹکڑے کو محفوظ مان کر اس سے استدلال کرنا اور دوسرے ٹکڑے کو شاذ اور غیر محفوظ کہہ کر رد کر دینا درانحالیکہ دونوں ٹکڑوں کا مدار محمد بن اسحاق کی روایت پر ہے، غیر معقول اور بعید از انصاف ہے۔

سائب بن یزید کی وہ حدیث جو مسند احمد اور نسائی مین باین لفظ ہے : 'کان بلال یؤذن إذا جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یوم الجمعۃ فإذا نزل أقام،، الحدیث۔ اس سے شیخ نیموی کا اس بات پر استدلال کہ حضرت بلال جمعہ کے دن اندرون مسجد آنحضورﷺ کے قریب اذان دیتے تھے مسجد کے دروازہ پر اذان نہیں دیتے تھے، یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ استدلال اس بات کے ثبوت پر موقوف ہے کہ اقامۃ اور تکبیر کا محل امام کے پیچھے اور اس کے قریب پہلی صف میں ہے، لیکن محل اقامت کا امام کے پیچھے پہلی صف میں ہونا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ بعض روایات سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے، اور خود حنفی مذہب میں اقامت کا اندرون مسجد امام کے پیچھے پہلی صف میں ہونا متعین نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری 1 44،42) میں ہے : ''ویقیم علی الأرض، ہکذا فی القنیۃ، وفی المسجد، ہکذا فی البحر الرائق، وإن کان المؤذن والإمام واحدا، فإن أقام فی المسجد، فالقوم لایقومون مالم یفرغ عن الإقامۃ، وإن أقام خارج المسجد، فمشائخنا اتفقوا علی أنہم لایقومون مالم یدخل الإمام المسجد،،.

اور ابن قدامہ مقدسی لکھتے ہیں : ''وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُقِيمَ فِي مَوْضِعِ أَذَانِهِ قَالَ أَحْمَدُ : أَحَبُّ إلَيَّ أَنْ يُقِيمَ فِي مَكَانِهِ، وَلَمْ يَبْلُغْنِي فِيهِ شَيْءٌ إلَّا حَدِيثَ بِلَالٍ : "لَا تَسْبِقْنِي بِآمِينَ" يَعْنِي لَوْ كَانَ يُقِيمُ فِي مَوْضِعِ صَلَاتِهِ، لَمَا خَافَ أَنْ يَسْبِقَهُ بِالتَّأْمِينِ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إنَّمَا كَانَ يُكَبِّرُ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنْ الْإِقَامَةِ، وَلِأَنَّ الْإِقَامَةَ شُرِعَتْ لِلْإِعْلَامِ، فَشُرِعَتْ فِي مَوْضِعِهِ، لِيَكُونَ أَبْلَغَ فِي الْإِعْلَامِ، وَقَدْ دَلَّ عَلَى هَذَا حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ : كُنَّا إذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ تَوَضَّأْنَا ثُمَّ خَرَجْنَا إلَى الصَّلَاةِ إلَّا أَنْ يُؤَذِّنَ فِي الْمَنَارَةِ أَوْ مَكَانٍ بَعِيدٍ مِنْ الْمَسْجِدِ، فَيُقِيمَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ، لِئَلَّا يَفُوتَهُ بَعْضُ الصَّلَاةِ،، (المغنی 2/ 971).

حضرت بلال کی حدیث ''لا تسبقنی بآمین،، سنن ابی داوٗد میں منقطعا مروی ہے، حافظ فتح الباری 2 263 میں لکھتے ہیں : ''وَرِجَالُہُ ثِقَاتٌ لکِنْ قِیلَ اِنَّ أَبَا عُثْمَانَ لَمْ یَلْقَ بِلَالًا وَقَدْ رُوِيَ عَنْہُ بِلَفْظِ أَنَّ بِلَالًا قَالَ وَہُوَ ظَاہِرُ الْاِرْسَالِ وَرَجَّحَہُ الدَّارَ قُطْنِيُّ وَغَیْرُہُ عَلَی الْمَوْصُولِ،، انتہی

اور عینی لکھتے ہیں : ''ہٰذَا الحَدِیث مُرْسل، وَقَالَ الْحَاکم فِي (الْأَحْکَام) : قیل إن أَبَا عُثْمَان (عبدالرحمن بن ملی النہندی) لم یدرک بِلَالًا، وَقَالَ أَبُو حَاتِم الرَّازِيّ : رَفعه خطأ، وَرَوَاهُ الثِّقَات عَن عَاصِم عَن أبي عُثْمَان مُرْسلا، وَقَالَ الْبَیْہَقِيّ : وَقیل عَن أبي عُثْمَان عَن سلمَان، قَالَ : قَالَ بِلَال، وَہُوَ ضَعِیف لَیْسَ بِشَيْء،، (عمدۃ القاری 48،6/49)-

خطابی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں : ''یشبہ أن یکون معناہ أن بِلَالًا کَانَ یقرَأ الْفَاتحۃ الکتاب فِي السکتۃ الأولی من سکتتي الإِمَام، أي سکتتي الإِمَام، فَرُبمَا یبْقی عَلَیْہِ شَيْء مِنْہَا، وَرَسُول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم قد فرغ مِنْہَا فاستمہلہ بِلَال فِي التَّأْمِین بِقدر مَا یتم فِیہِ قِرَاءَۃ بَقِیَّۃ السُّورَۃ، حَتَّی ینَال برکۃ مُوَافَقَتہ فِي التَّأْمِین الثَّانِي : أَن بِلَالًا کَانَ یُقِیم فِي الْمَوضع الَّذِي یُؤذن فِیہِ من وَرَاء الصُّفُوف، فَإِذا قَالَ : قد قَامَت الصَّلَاۃ، کبر النَّبِی صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم، فَرُبمَا سبقہ بِبَعْض مَا یَقْرَؤُہُ، فاستمہلہ بِلَال قدر مَا یلْحق الْقِرَاءَۃ والتأمین (معالم السنن مع مختصر السنن للمنذری 1/441).

ہمارے نزدیک حدیث کی دوسری توجیہ راجح ہے۔ صحیح بخاری میں تعلیقا مروی ہے : ''کان أبوہریرۃ ینادی الأمام لا تفتنی بآمین،، حافظ لکھتے ہیں : ''وصلہ عبدالرزاق عن ابن جریج عن عطاء قَالَ وَکَانَ أَبُو ہُرَیْرَۃَ یَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَقَدْ قَامَ الْإِمَامُ فَیُنَادِیہِ فَیَقُولُ لَا تَسْبِقْنِي بِآمِینَ، وَقَدْ جَاءَ عَنْ أَبِي ہُرَیْرَۃَ مِنْ وَجْہٍ آخَرَ أَخْرَجَہُ الْبَیْہَقِيُّ مِنْ طَرِیقِ حَمَّادٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ کَانَ أَبُو ہُرَیْرَۃَ یُؤَذِّنُ لِمَرْوَانَ فَاشْتَرَطَ أَنْ لَا یَسْبِقَہُ بِالضَّالِّینَ حَتَّی یَعْلَمَ أَنَّہُ دَخَلَ فِي الصَّفِّ وَکَأَنَّہُ کَانَ یَشْتَغِلُ بِالْإِقَامَۃِ وَتَعْدِیلِ الصُّفُوفِ وَکَانَ مَرْوَانُ یُبَادِرُ إِلَی الدُّخُولِ فِي الصَّلَاۃِ قَبْلَ فَرَاغِ أَبِي ہُرَیْرَۃَ وَکَانَ أَبُو ہُرَیْرَۃَ یَنْہَاہُ عَنْ ذَلِکَ وَقَدْ وَقَعَ لَہُ ذَلِکَ مَعَ غَیْرِ مَرْوَانَ فَرَوَی سَعِیدُ بْنُ مَنْصُورٍ مِنْ طَرِیقِ مُحَمَّدِ بْنِ سِیرِینَ أَنَّ أَبَا ہُرَیْرَۃَ کَانَ مُؤَذِّنًا بِالْبَحْرَیْنِ وَأَنَّہُ اشْتَرَطَ عَلَی الْإِمَامِ أَنْ لَا یَسْبِقَہُ بِآمِینَ وَالْإِمَامُ بِالْبَحْرَیْنِ کَانَ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ بَیَّنَہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنْ طَرِیقِ أَبِي سَلَمَۃَ عَنْہُ وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ قَوْلِ أَبِي ہُرَیْرَۃَ عَنْ بِلَالٍ أَخْرَجَہُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ طَرِیقِ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ بِلَالٍ،، إلی آخر ما قال. (فتح 1/42).

اوراگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اقامت کا محل امام کے پیچھے صف اول ہے، توحنفیہ کے نزدیک تخطی منہی عنہ کاارتکاب اسی صورت میں ہوگا، جبکہ موذن دروازہ مسجد پراذان پوری کرنے کے بعد اسی وقت وہاں سے امام کے قریب پہلی صف میں آجائے۔ اوراگر امام کے خطبہ ختم کرکے منبر سے اترنے کے بعد محل اذان سے چل کرامام کے پیچھے پہلی صف میں آئے توتخطی منہی عنہ کاارتکاب نہیں ہوگا۔ علاوہ بریں جنابلہ کے نزدیک امام اورموذن تخطی کی ممانعت سے مطلقا مستثنی ہیں۔ اس تقریر کی بناپراذان عندالخطبۃ اوراقامت عندالنزول عن المنبر دونوں کے محل کاایک ہوناثابت نہیں ہوتا۔ پس شیخ نیموی کاسائب بن یزید کی مذکورہ حدیث کواس اذان کےندرون مسجد منبر کے پاس رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوئیے جانے کے ثبوت میں پش کرنا صحیح نہیں ہے۔

''عندالمنبر،، کالفظ سائب بن یزید کی کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزرا۔ ہاں بعض کتب فقہ حنفی میں ضرور موجود ہے اوروہ ان کے قصور فہم کانتیجہ ہے : ''بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،، کے الفاظ سائب بن یزید کی حدیث میں بروایت محمد بن اسحاق موجود ہیں اور ہم بتاچکے ہیں کہ ''بین یدیہ،، ''قدام،، و''امام،، کے معنی ہے، اوردورنزدیک کویکساں شامل ہونے کی وجہ سے مبہم ہے، اوراس ابہام کی تعیین وتوضیح خوداسی روایت پر ''علی باب المسجد،، کے لفظ سے کردی گئی ہے۔

یہ دعویٰ ''بین یدیہ،، کا ''نزدیک،، کامعنی حقیقی ہےاور ''دور،، کامعنی مجازی، محض بے بنیادہے، نحو ولغت کی کسی بات سے ثابت نہیں ہے۔

عہد نبوی میں تحویل قبلہ سے پہلے یعنی : جبکہ قبلہ نماز جہت شمال میں (بیت المقدس) تھا مسجد نبوی کے تین دروازے تھے۔

ایک : بجانب مغرب جومصلی کے بائن جانب پڑتا تھا، جس کانام ''باب عاتکۃ،، تھا اورجس کااب ''باب الرحمۃ، ،کہتے ہیں اور ''باب السوق،، بھی۔

دوسرا : بجانب مشرق جومصلی کے دائیں جانب پڑتا تھا، آنحضرت ﷺ اسی دروازہ سے مسجد میں داخل ہوتےتھے، اس کانام ''باب آل عثمان،، اوراب اس کو ''باب جبریل ،، کہتے ہیں۔

تیسرا دروازہ : بجانب جنوب مسجد کے پائیں یعنی : پچھلے اور موخر حصہ میں مصلی کے پیچھے پڑتا تھا، اور جس کو تحویل قبلہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے بند کرادیا تھا۔

شمالی جانب قبلہ (بیت المقدس) تھا، ادھر کوئی دروازہ نہیں تھا۔

شاہ عبدالحق دہلوی نے ''جذب القلوب ،،میں تحویل قبلہ سے پہلے کی ہیئت کو بیان فرمایا ہے۔ اسی حالت کو سمہودی ہے'' وفاء الوفاء ،، 1 336 میں یوں بیان کیا ہے ''وجعل قبلتہ إلی بیت المقدس ، وجعل لہ ثلثۃ أبواب ، باب فی موخرہ ، أی وہو فی جہۃ القبلۃ الیوم ، وباب عاتکۃ ، الذی یدعی باب عاتکۃ ، ویقال باب الرحمۃ ، والباب الذی یدخل منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو باب آل عثمان الیوم ، وہذان البابان لم یغیر بعد أن صرفت القبلۃ ،،..... نیز 286/2 میں لکھتے ہیں : ''تقدم أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل للمسجد الشریف ثلثۃ أبواب ، بابا فی موخرہ ، والباب الذی یدعی باب عاتکۃ ، ویقال لہ باب الرحمۃ ، والباب الذی کان یدخل منہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو باب آل عثمان ،، انتہی .

نقشہ نظری اس طرح ہوگا :

تحویل قبلہ کے بعد جنوبی دروازہ بند کردیا گیا اور اب قبلہ کی یہ دیوار بے دروازہ کے رہ گئی اور اس کی بالمقابل شمالی جانت کی دیوار میں ایک دووازہ قائم کردیا گیا ۔ مسجد کے کل دروازے اب بھی تین رہے۔

سمہودی وفاء والوفاء 1 337 میں لکھتے ہیں : ولما صرفت القبلۃ سد النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم الباب الذي کان خلفہ وفتح ہذا الباب ، وحذاء ہذا الباب - أي ومحاذیہ - ہذا الباب الذي سد وعبر ابن النجار عن ذلک بقولہ : ولما صرفت القبلۃ سد الباب الذي کان خلفہ وفتح بابا حذاءہ قال المجد : أي تجاہہ ، انتہی

وعن عبداللہ بن عمر قال : کان مسجد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فی زمانہ من اللبن ، وسقفہ من غصن النخل ، ولہ ثلاثۃ أبواب : باب فی موخرہ ، وباب عاتکۃ وہو باب الرحمۃ ، والباب الذي کان یدخل منہ وہو باب عثمان ، وہو الذي یسمی الیوم باب جبریل ، ولما صرفت القبلۃ سد الباب الذي خلفہ وفتح الباب الآخر ،، ملاحظہ ہو نقشہ نظری ص :

اس نقشہ کے مطابق جہت جنوب میں قبلہ کی دیوار سے لگے ہوئے منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دینے یا منبر پر بیٹھنے کی حالت میں شمالی دروازہ اور اس پر اذان دینے والا خطیب کے مقابل اور سامنے ہوگا اور اس پر ''کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی باب المسجد ،، بلاشبہ بالکل ٹھیک صادق آئے گا۔ حدیث مذکور میں تحویل قبلہ کے بعد کی صورت حال کا تذکرہ ہے، مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بھی اس حدیث کو اسی حالت پر محمول کیا ہے جیسا کہ ''بذل المجہود ،، 2 180 سے ان کی منقولہ عبارت سے صاف واضح ہے۔

یہ عبارت ص : ۔۔۔۔۔۔ پر ہم ذکر کرآئے ہیں۔

تحویل قبلہ کے بعد مسجد کا نقشہ نظری 2 یوں ہوگا :

حضرت عمر کے زمانہ میں مسجد نبوی میں توسیع کی گئی ، توانہوں نے تین دروازوں کا افاضہ کیا۔ ایک مشرق میں جس کو ''باب النساء ،، کہتے ہیں۔ دوسرا مغرب میں ''باب السلام ،، جس کو ''باب مروان ،، بھی کہا جاتا ہے۔ تیسرا دروازہ شمال میں۔

اس طرح اب شمال ، مشرق ، مغرب ہر جہت میں دو دو دروازے ہوگئے اور مسجد کے کل چھ دروازے ہوئے جن میں تین قدیمی آنحضرت ﷺ کے قائم کردہ تھے اور تین نئے جن کو حضرت عمر نے قائم کیا۔

سمہودی لکھتے ہیں : ''وجعل لہ ستۃ أبواب : بابین عن یمین القبلۃ ، وبابین عن یسارہا ، وبابین خلف القبلۃ ،، (وفاء الوفاء : 495/2).

اور لکھتے ہیں : ''وجعل أبوابہ ست أبواب علی ما کان علی عہد عمر رضی اللہ عنہ : باب عاتکۃ ، أي المعروف بباب الرحمۃ ، والباب الذي یلیہ أي یقرب من محاذاتہ فی المشرق ، وہو باب

النساء، وباب مروان: أي المعروف بباب السلام، والباب الذي يقال له باب النبى صلّى الله عليه وسلم: أي المعروف بباب جبريل، وبابين فى مؤخر المسجد،، (2/507).

اور لکھتے ہیں: ''وقد قدمنا فی زیادة عمر رضی الله عنه أنه جعل الأبواب ستة: بابين عن يمين القبلة، وبابين عن يسارها، وبابين خلف القبلة، وأنه لم يغير باب عاتكة ولا باب عثمان، بل زاد فى جهة باب عاتكة الباب الذي عند دار مروان وهو باب السلام، وزاد بعد باب عثمان الباب المعروف بباب النساء، فهذان البابان هما المزيدان فى المغرب والمشرق

وسبق أيضا أن عثمان رضی الله تعالى عنه أقر هذه الأبواب على حالها، ولم يزد فيها شيئا،، ايضا (686/2)۔

اب نقشہ نظری 3 حسب ذیل ہوگا:

صحیح بخاری کی دروازہ مسجد سے متعلق دو حدیثوں کے درمیان بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے موقع کی مناسبت سے طلبہ کے فائدہ کےلیے دونوں روایتوں کے درمیان واقع اختلاف وتعارض پر تنبیہ اوراوس کے دفع کی صورت کا ذکر کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ''باب عاتكة،، کو ''باب الرحمه،، کیونکہ کہا گیا اس کو توجیہ سمہودی لکھتے ہیں: ''فلم أر فى كلام أحد بيان السبب فى تسميته بذلك، وسألت عنه من لقيته من المشايخ فلم أجد عند أحد منهم علما من ذلك، ثم ظهر لى معناه بحمد الله تعالى، وذلك أن البخاري روى فى صحيحه عن أنس بن مالك أن رجلا دخل المسجد يوم الجمعة من باب كان نحو دار القضاء ورسول الله صلّى الله عليه وسلّم قائم يخطب، فاستقبل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قائما، ثم قال: يا رسول الله، هلكت الأموال، وانقطعت السبل، فادع الله يغثنا، فرفع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يديه ثم قال: اللهم أغثنا، اللهم أغثنا، اللهم أغثنا، قال أنس: ولا والله ما نرى فى السماء من سحاب ولا قزعة، وما بيننا وبين سلع من بيت ولا دار، قال: فطلعت من ورائه سحابة مثل الترس، ولما توسطت السماء انتشرت ثم أمطرت، فلا والله ما رأينا الشمس سبعا، ثم دخل رجل من ذلك الباب فى الجمعة-يعنى الثانية- ورسول الله صلّى الله عليه وسلّم قائم يخطب- الحديث- بطوله، وسنبين فى باب زياد- وهو الذي يلى هذا- أن دار القضاء كان محلها بين باب الرحمة وباب السلام، وقد تقرر أنه لم يكن للمسجد فى زمنه صلّى الله عليه وسلّم فى هذه الجهة إلا الباب المعروف بباب الرحمة؛ فظهر أن هذا الرجل الطالب لإرسال المطر وهو رحمة إنما دخل منه، وقد أنتج سؤاله حصول الرحمة، وأنشأ الله السحاب الذي كان سببا فيها من قبله أيضا؛ لأن سلعا فى غربى المسجد، فسمى والله أعلم بباب الرحمة لذلك، لكن فى رواية البخاري عن أنس أيضا أن رجلا دخل يوم الجمعة من باب كان وجاه المنبر، ومقتضاها أنه دخل من الباب الذي كان فى شامى المسجد؛ لقرب إطلاق مواجهته للمنبر عليه، لكن ذلك الباب ليس نحو دار القضاء، فليجمع بين الروايتين بأن الواقعة متعددة كما اقتضاه كلام بعضهم، أو بأنه وقع التجوز فى إطلاق كون ذلك الباب وجاه المنبر، أو بأن باب الرحمة كان كما قدمناه فى آخر جهة المغرب مما يلى الشام، فجاء ذلك الداخل من جهته ودخل منه، ثم رأى أن قيامه بين يدي النبى صلّى الله عليه وسلّم وهو على المنبر لا يتم له إلا بتخطى الصفوف، فعرج إلى الباب الآخر المواجه للمنبر، لغلب إطلاق باب الرحمة على الباب الذي فى جهة مجيئه؛ لاعتضاده بما تقدم من مجيء السحاب من قبله، والله أعلم ،، (وفاء الوفاء 698.697/2). املاه عبيدالله الرحمانى المباركفورى جمادى الاولى/1390ھ

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

[فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری](#)

جلد نمبر 1

صفحہ نمبر 375

محدث فتویٰ